حضرت مولانا محمد یحییٰ ؒ

محمد حنیف

آپ کا نام محمد یحییٰ ، کنیت ابو اسماعیل اور لقب سرالاعظم تھا ۔ آپ اٹک کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ ۱۰۴۳/۱۶۳۳ کے حدود میں اٹک میں پیدا ہوئے ۔[1] مغل نسل کی چغتائی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ آبائی وطن ماوراء النھر ہے جہاں آپ کا خاندان "خاندانِ شیخاں" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ۔ خیر و برکت اور صلاح و فلاح کی وجہ سے اس گھرانے کو بہت شہرت حاصل تھی اور ہر دور میں خاص و عام کا مرجع رہا ہے ۔

۱۔ عبدالحلیم اشرف صاحب نے اپنی کتاب ''روحانی تڑون'' کے صفحہ ۶۸۳ پر شیخ محمد یحییٰ کا سنِ پیدائش ۱۰۲۴/۱۶۱۵ اور مقامِ پیدائش سرہند بتایا ہے ، مگر راقم الحروف کے نزدیک یہ دونوں باتیں محلِ نظر ہیں ، اس لیے کہ حضرت شیخ محمد یحییٰ خود فرماتے ہیں کہ ''سید آدم بنوریؒ کی وفات کے وقت میں سنِ بلوغ کو نہیں پہنچا تھا ۔'' چونکہ حضرت سید آدم بنوریؒ ۱۰۵۳/۱۶۴۳ کو وفات پا چکے تھے ، لہٰذا اگر اس وقت حضرت محمد یحییٰؒ کی عمر تیرہ سال فرض کر لی جائے تو اس حساب سے بھی اُن کا سنِ پیدائش (۱۰۵۳ - ۱۳) ۱۰۴۰/۱۶۳۱ برآمد ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۰۲۴/۱۶۱۵ آپ کا سنِ ولادت درست نہیں ہے ، اور جہاں تک آپ کی جائے پیدائش کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات یقینی ہے کہ آپ کے آبا و اجداد اٹک کے گرد و نواح میں آباد تھے اور عرصہ دراز سے وہاں پر سکونت رکھتے تھے ۔ کسی ذریعے سے یہ بات معلوم نہیں ہو سکی ہے کہ یہاں سے آپ کے آبا و اجداد سرہند بھی نقلِ مکانی کر گئے تھے ۔ لہٰذا قرینِ قیاس یہی ہے کہ آپ اٹک کے مضافات ہی میں پیدا ہوئے ۔ واللہ اعلم ۔

سرزمینِ پنجاب کی جانب ہجرت اور باعثِ سکونت ۔ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں آپ کے اسلاف میں سے کسی بزرگ کو راہِ سلوک کی فکر دامن گیر ہوئی ۔ لہٰذا فقر و درویشی کی طلب میں اپنے وطن مالوف سے روانہ ہو کر پنجاب میں وارد ہوئے ۔ یہاں آ کر ایک ایسے ولی اللہ کے ساتھ ملاقات ہوئی جس نے کسبِ لوہاری کو بطور پیشہ اختیار کیا تھا ۔ وہ اُن کی صحبت میں رہ کر خدمت کرتے رہے تا آنکہ اُس ولی کے التفات و توجہ کی برکت سے ولایت و عرفان میں بلند مقام پر فائز ہوئے ۔ حصولِ کمال کے بعد آپ اپنے شیخ کی صاحب زادی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے اور مقام اٹک سے تقریباً آٹھ میل دور ''سروالہ'' نامی گاؤں میں مستقل سکونت اختیار کر کے عرصہ دراز تک اپنے انوار و فیوضات سے یہاں کی فضا کو منور کیے رکھا ۔[۲]

آبا و اجداد ۔ آپ کے پردادا کا نام شیخ ہویا[۳] ہے ۔ ان کو اپنے آبا و اجداد سے نسبتِ طریقت حاصل تھی ۔ اپنے دور میں ایک مرجعِ خلائق بزرگ تھے ۔ پیشہ کے لحاظ سے آپ لوہار تھے اور اسی پیشہ کو اخفائے حال کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے ۔

دادا کا نام شیخ الیاس تھا ۔ بڑے فیض بخش اور خدا رسیدہ بزرگ تھے ۔ للتہیت اور انفاق فی سبیل اللہ میں درجہ کمال حاصل تھا ۔ آپ کاشت کاری کرتے تھے اور جو بھی غلہ حاصل ہوتا تھا فقرا و مساکین پر خرچ کر دیتے تھے ۔ شیخ موصوف ایک عابد و زاہد آدمی تھے ۔ آپ نے خدمتِ خلق کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا ۔ مخلوقِ خدا کی حاجت براری میں حد درجہ کوشش فرماتے اور جب تک دوسروں کا کام پورا نہ کر لیتے اُس وقت تک اپنے کام کو ہاتھ بھی نہ لگاتے ۔ سلطان جہانگیر (المتوفی ۱۰۳۷/۱۶۲۷) نے مددِ معاش کے لیے موضع سروالہ کے قریب ایک وسیع قطعہ اراضی اُن کو بطورِ جاگیر دے دیا تھا ۔[۳]

والد بزرگوار کا نام شیخ پیر داد[۳] تھا ۔ شیخ مذکور ایک مرتاض اور پابندِ شریعت بزرگ تھے ۔ شیخ محمد یحییٰ[۳] ابھی صغیر السن ہی تھے کہ والد ماجد کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ اپنے دادا

۲۔ ملاحظہ ہو میاں محمد عمر چمکنی[۳] ، ''ظواہر السرائر'' (قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاہور) ، ص ۶۲۱ ، ۶۲۴ -

۳۔ ایضاً ، ص ۶۲۱ - ۶۲۵ -

حضرت شیخ الناسؒ کی آغوشِ تربیت میں رہے جنھوں نے نہایت اخلاص و محبت سے اُن کی پرورش و تربیت کا بیڑا اُٹھایا ۔ حضرت سر الاعظمؒ خود فرماتے ہیں :
"میرے دادا اپنے تمام اہل و عیال سے زیادہ میرے ساتھ پیار و محبت کرتے تھے اور جب امورِ زراعت کے لیے کھیتوں میں جانے کا ارادہ کرتے تو مجھے گھوڑی پر بٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے ۔"

جب شیخ پیر داد کا وصال ہوا تو اُس وقت شیخ محمد یحییٰؒ سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے ۔ حضرت سر الاعظمؒ کا بیان ہے : "یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مدینہ میں حضرت سید آدم بنوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا اور اُن کے بعض اصحاب و احباب واپس پنجاب آئے ہوئے تھے ۔ اُن کی زبانی حضرت سید آدم بنوریؒ کے کمالات و کرامات سننے کا اتفاق ہوا ۔ اس وجہ سے اُن کے ساتھ محبت و شوق کا جذبہ دل میں پیدا ہوا اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا گیا تا آنکہ اپنے گھر سے نکل کر حضرت سید آدم بنوریؒ کی طرح پیرِ طریقت کی تلاش میں ہر شہر و ملک کا چکر کاٹتا رہا ۔ اس سفر کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ کشمیر میں بھی ایک شیخ موجود ہے ۔ میں نے جا کر اُس کی خدمت میں حاضری دی ، مگر دیکھا کہ تمبا کو نوشی کر رہا ہے ۔ لہٰذا اُس کو سلام بھی نہیں کیا اور واپس لوٹ آیا ۔ اس کے بعد دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اگر حضرت سید آدم بنوریؒ کے کسی مرید و خلیفہ کے ہاتھ بیعت نصیب ہوئی تو یہ میرے لیے ایک سعادتِ عظمیٰ ہوگی ۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی کسی شیخ و پیر کے بارے میں اطلاع ملی اُس کی خدمت میں حاضر ہوتا مگر اطمینانِ قلب حاصل نہ ہوتا ۔ اس لیے وقتِ موعود کا انتظار کرتا رہا ۔"[۴]

ابتدا میں آپ شیخ تلاہ[۵] سے وابستہ تھے مگر جب آپ فوت ہوئے تو

۴- ایضاً ، ص ۶۳۲ ۔

۵- شیخ تلا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند عروۃ الوثقیٰ حضرت مولانا محمد معصومؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے ۔ قلعہ اٹک کے قرب و جوار میں سکونت رکھتے تھے ۔ حضرت سر الاعظمؒ کے والد بزرگوار نے بھی اُن سے روحانی فیض حاصل کیا تھا ۔ ملاحظہ ہو ایضاً ، ص ۶۳۲ - ۶۳۰ ۔ تا دمِ تحریرِ ہذا راقم الحروف کو موصوف کے دیگر حالات دستیاب نہیں ہو سکے ہیں ۔

حضرت محمد یحییٰؒ نے حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے روحانیت میں بلند و ممتاز مقام حاصل کیا[٦]، یہاں تک کہ ان کے منظورِ نظر خلیفۂ مجاز کے مقام تک پہنچے۔

آپ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ شیخ محمد شمس آبادی کے صاحب زادے محمد یوسف کا بیان ہے: ''میں حضرت سعدیؒ کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر دریائے اٹک کو عبور کر رہا تھا کہ اچانک شیخ یحییٰؒ ظاہر ہوئے جو حضرت سعدیؒ کی ملاقات کے لیے آ رہے تھے۔ حضرت سعدیؒ نے اس موقعہ پر ان کے کمالِ ریاضت اور محنتِ شاقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: 'سبحان اللہ! ایں عزیز چہ گزران دارد'۔''

حضرت سر الاعظمؒ کا بیان ہے: ''ایک بار (۱۱۰۷/۱۶۹۵) میں حضرت سعدیؒ کی ملاقات کے لیے لاہور گیا۔ وہاں دوسرے احباب و رفقا کے ساتھ حضرت سعدیؒ کی مسجد میں قیام کیا۔ ایک رات آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: 'جاگ رہے ہو؟' میں نے کہا: 'ہاں'۔ فرمایا: 'بیداری متضمن سعادت جاودانی است۔ ہر کسی را میسر نمی شود' (یعنی بیداری میں سعادتِ جاودانی ہے ہر شخص کو یہ (سعادت) میسر نہیں ہوتی)۔ یہ فرمانے کے بعد مجھے تھوڑی دیر سونے کی ہدایت فرمائی۔'' حضرت سر الاعظمؒ نے ۱۱۱۲/۱۷۰۰ میں ایک مجلس میں فرمایا: ''حالاً پنج سال است کہ از راہِ بشریت خواب می رویم و پیش ازاں چند سال بہ خواب نہ رفتہ بودیم''[٧] یعنی پانچ سال ہوئے کہ از راہِ بشریت سوتا ہوں اور اس سے چند سال پہلے میں نہیں سوتا تھا۔

حضرت سر الاعظمؒ قولاً، فعلاً اور حالاً شریعتِ محمدیؐ کے تابع اور سنتِ نبویؐ کے پابند پیر و مرشد تھے۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ آپ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت خدمت مولانا پیوستہ شرفِ قبول و وصول صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دارند و ہمیشہ افعال و اقوال ایشان بہ متابعت شریعت غرا و اطوار و احوال ایشان بہ مطابقت بیضا است و بر جادہ شریعت مقیم و

٦۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ، کتاب مذکور، ص ٦٣٨۔
٧۔ ایضاً، ص ٦٨٧۔

بر سجادۂ طریقت مستقیم اند''[8] یعنی حضرت سرالاعظمؒ ہمیشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف قبولیت اور شرف صحبت سے مشرف ہوتے ہیں ۔ آپ کے تمام اقوال و افعال اور تمام احوال و اطوار شریعت بیضا کے موافق ہوتے ہیں اور ہمیشہ راہ شریعت پر ثابت قدم اور سجادۂ طریقت پر مستقیم رہتے ہیں ۔

ایک اور معاصر صوفی عالم حضرت مولانا محمد غوث قادریؒ آپ کی عظمت شان کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''شیخ یحییٰ از افراد زمانہ بودند ۔ ۔ ۔ ۔ و در ورع و ریاضت ممتاز بودند و از غیر حق اعراض کلی داشتند ۔ چنانچہ خاک و طلا و شاہ و گدا در نظر او متساوی بود و سوائی یاد حق فرصت نہ داشتند و کسی را در مجلس ایشان مجال سخن نہ بود و ہر کہ می آمد بے اختیار ساکت می شد و توجہ بہ یاد حق می نمودند و خوارق ایشان اکثر بہ ظہوری آمدند و گاہی بر چارپائی خواب نہ کردند و بر بالین زیر سر نہ نہادند و از وضو عشا نماز صبح می خواندند''[9] یعنی حضرت شیخ یحییٰؒ افراد زمانہ میں سے ایک تھے ۔ ۔ ۔ ریاضت و ورع میں ممتاز تھے اور غیر اللہ سے کلی اجتناب رکھتے تھے ، ایسا کہ خاک و سونا اور شاہ و گدا آپ کی نظر میں برابر تھے اور سوائے یاد حق کے دوسرے امور کے لیے فارغ نہ تھے ۔ آپ کی مجلس میں کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی ۔ جو کوئی بھی آپ کی مجلس میں آتا بے اختیار خاموش ہو جاتا اور یاد حق کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا ۔ آپ سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا ۔ چارپائی پر ہرگز نہیں سوتے تھے اور تکیہ سرہانے نہ رکھتے تھے اور (شب بیداری کی حد یہ کہ) عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ۔

ذکر نفی و اثبات بہ طریق حبس نفس ۔ حضرت سر الاعظمؒ کو حبس نفس (یا حبس دم) کے ساتھ ذکر نفی و اثبات میں ممتاز حیثیت حاصل تھی ۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے : میں ایک رات کو صرف چار سانس میں گزارتا تھا اور ہر سانس میں تقریباً سات ہزار بار ذکر نفی و اثبات کیا کرتا تھا اور ارادہ تھا کہ ایک سانس میں ساری رات گزاروں ، مگر جب اپنے پیر و مرشد حضرت سعدی

۸- ایضاً ، ص ۶۲۸ ۔

۹- محمد غوث قادری ، ''رسالۂ غوثیہ'' (قلمی) ۱۱۲۶ھ ، ص ۵۲ - ۵۳ ۔

لاہوریؒ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے اس مرحلہ پر منع فرمایا اور کہا کہ یہ کافی ہے ۔ اس سے زیادہ دماغ میں خلل پیدا کرتا ہے ۔''[۱۰]

پیر و مرشد کے ساتھ عقیدت ۔ حضرت سر الاعظمؒ اپنے پیر و مرشد حضرت سعدی لاہوریؒ کے ساتھ انتہائی عقیدت و محبت رکھتے تھے ۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار آپ لاہور سے اٹک تشریف لا رہے تھے ۔ راستے میں ایک مقام پر چند لوگ ملے جو قوالی سن رہے تھے ۔ اس دوران میں اتفاقاً ایک قوال کی زبان پر لفظ ''لاہور'' آیا ۔ یہ نام سنتے ہی آپ بے ہوش ہو گئے ۔[۱۱]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیر طریقت کی تمام خصوصیات و صفات سے مزین فرمایا تھا ۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ لکھتے ہیں : ''وجود مبارک سر الاعظم را غنیمت روزگار باید دانست و فی الحقیقۃ آنست کہ حضرت ایشان علیہ الرحمۃ و الرضوان باز از سرنو در دنیا ظہور کردہ اند بعد از انکہ از دنیا رحلت کردہ بودند''[۱۲] یعنی حضرت سر الاعظمؒ کے وجودِ مبارک کو غنیمت سمجھنا چاہیے ، اور حقیقت یہ ہے کہ (ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا حضرت ایشان (سعدی لاہوری) علیہ الرحمۃ رحلت کرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں ظاہر ہو کر آئے ہیں ۔

حضرت سر الاعظم اپنے پیرو مرشد کی نظر میں ۔ حضرت سعدی لاہوریؒ اپنے مرشد حضرت سر الاعظمؒ کو نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اپنے احباب و رفقا کو حضرت سر الاعظمؒ کی صحبت سے استفادہ کرنے کی

۱۰۔ میاں محمد عمر چمکنی ، کتاب مذکور ، ص ۶۹۲ ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے حضرت شیخ یحییٰؒ کے حبسِ دم کا یہ حال ۱۱۱۲/۰۰-۱۷ء میں قلم بند کیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آخری عمر میں اس طریقہ ذکر میں اور بھی ترقی حاصل کی تھی ، کیونکہ ایک معاصر صوفی مولانا محمد غوث ۱۱۲۶ھ میں حضرت شیخ یحییٰؒ کا چشم دید حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''ذکر قلبی در صحبت ایشان غالب بود و حبس نفس بسیار می کردند ۔ چنانچہ در تمام شب یک دو نفس می کشیدند'' (کتاب مذکور ، ص ۵۲) ۔

۱۱۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ کتاب مذکور ، ص ۶۹۲ ۔

۱۲۔ ایضاً ، ص ۶۹۳ ۔

ترغیب فرمایا کرتے تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کا بیان ہے کہ ایک بار جب کہ حضرت سعدی پشاور سے لاہور تشریف لے جا رہے تھے اور کثیر تعداد میں لوگ آپ کے ہم رکاب تھے ، اچانک آپ کی نظر حضرت سر الاعظمؒ پر پڑی ۔ اپنے ایک مخلص دوست سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''مولانا یحییٰ کو جانتے ہو؟'' اُس نے جواب دیا : ''نہیں ۔'' حضرت سعدیؒ نے فرمایا : ''ایشان را ببیند و شرف ملازمت ایشان را در یابید کہ بسیار عزیز اند و از جملہ مقبولانِ الٰہی اند''۱۳ یعنی اُن کو ضرور دیکھیے اور اُن کی صحبت کا شرف حاصل کیجیے کہ نہایت عزیز ہیں اور منجملہ مقبولانِ الٰہی ہیں ۔

اکثر اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے : ''اگر ذکر و فکر اور احوالِ سلوک کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت پڑے تو محمد یحییٰ سے دریافت کیا کرو ۔''۱۴

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ فرماتے ہیں : ''ایک بار جب حضرت سعدیؒ نے پشاور آنے کا ارادہ کیا تو اس موقعہ پر حضرت سر الاعظمؒ کو مخاطب کرکے فرمایا : ''بہ جانب ولایتی کہ در قبضۂ اقتدار و در زیرِ حکومت شما است می رویم''۱۵ یعنی میں اس ملک کی جانب جا رہا ہوں جو آپ کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور آپ کے زیرِ حکومت ہے ۔

حضرت سر الاعظمؒ کے فقر و تجرد کا حال ۔ حضرت سر الاعظمؒ فقر و تجرد کی صفاتِ عالیہ سے متصف تھے ۔ آپ فرماتے ہیں : ''سلوک و طریقت کے ابتدائی زمانے میں میرے گھر میں پانچ سو روپیہ نقد اور بہت زیادہ غلہ موجود تھا ۔ ایک رات خواب میں ایک بزرگ دکھائی دیے اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا : 'جو کچھ تو تلاش کرتا ہے اور جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ ہرگز یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں ۔' نیز اُس خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑا دریا ہے جس کے کنارے بہت سی غلاظت ہے اور اُس غلاظت کی دوسری جانب ایک خوب صورت نوجوان کھڑا

۱۳- ایضاً ، ص ۶۳۹ -
۱۴- ایضاً ، ص ۵۶۰ -
۱۵- ایضاً ، ص ۶۶۷ -

ہے جو حسن و خوبی کی تمام صفات سے آراستہ و پیراستہ ہے ۔ اُس بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ دریا دریائے تجرید ہے اور وہ نجاست نجاستِ دنیوی ۔ جب تک اس نجاست کو اس دریا میں نہ بہایا جائے اُس نوجوانِ خوش خصال تک رسائی محال ہے اور اس نوجوان سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہے ۔'' فرماتے ہیں : ''اس واقعہ سے میں بہت متاثر ہوا اور غور و فکر کرتا رہا کہ دوسری رات دوبارہ وہ بزرگ آئے اور فرمایا : 'ابھی تک دنیا کو ترک نہیں کیا ہے ؟' میں نے کہا : 'مشائخِ متقدمین میں سے بہت سے حضرات ایسے ہیں جو کافی مال و دولت کے مالک تھے ۔ اس کے باوجود نہ تو اُن کے مرتبے میں کچھ فرق آیا اور نہ اُن کے کمالات کو کچھ نقصان پہنچا ۔' اُس بزرگ نے جواب میں کہا : 'مشائخ میں سے کوئی دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگرچہ دنیا کی جانب قلبی میلان نہ بھی رکھتا ہو مگر پھر بھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوامِ صحبت سے محروم رہتا ہے اور بہ قدر گرفتاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے حجاب واقع ہوتا ہے اور اگر کبھی شرفِ صحبت حاصل بھی ہو تو وہ ورادِ حجاب ہوا کرتی ہے اور جو شخص چاہتا ہے کہ ہر وقت اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے درمیان حائل تمام حجابات بصر و بصارت کے سامنے نہ رہیں تو اُسے چاہیے کہ وہ اصلاً و قطعاً دنیا کے ساتھ تعلق نہ رکھے ۔ ۔ ۔ ۔'' حضرت سر الاعظمؒ فرماتے ہیں : ''جب میں خواب سے بیدار ہوا تو فوراً اپنے گھر آیا اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا سب کو اپنی ملکیت سے نکال دیا ۔''[16]

تو خدا خواہی دہم دنیای دون   این خیال است و محال است و جنون

فرماتے ہیں : ''اس واقعہ کے چند دن بعد میں تزکیۂ باطن کی خاطر سفر پر روانہ ہوا اور ہر ملک و شہر کا چکر لگایا ۔ جب میں وطن واپس آیا تو اچانک ایک بڑی وبا پھیل گئی جس کے نتیجے میں سوائے ایک فرزند محمد اسماعیل اور دو لڑکیوں کے تمام اہلِ خانہ اس وبا کی نذر ہو گئے ۔'' فرماتے ہیں : ''تمام بچے کم سن تھے ۔ میں بہت حیران و پریشان ہو گیا ۔ خود محنت و مشقت کرتا

۱۶- ایضاً ، ص ۶۳۰ - ۶۳۱ ۔

اور جو روپیہ دو روپیہ کماتا اُس سے گندم خریدتا اور خود چکی میں پیس کر بچوں کے کھانے پینے کا بندوبست کیا کرتا۔" انہی دنوں کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: "ایک دن میں صحرا میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور سامنے بیٹھ کر پوچھا: 'تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟' میں نے جواب دیا: 'محنت و مزدوری کر کے جو کچھ کماتا ہوں وہ اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہوں۔' یہ سن کر اُس نے چقماق کے ذریعے آگ جلائی۔ اُس کے بعد اپنے تھیلے سے کچھ دوائی نکال کر آگ پر رکھ دی اور مس کا ایک ٹکڑا اُس کے اُوپر رکھ دیا۔ وہ فوراً پگھل کر سفید چاندی میں تبدیل ہو گیا۔ مجھے مخاطب ہو کر کہا: 'یہ ہنر سیکھو اور بلا محنت و مشقت اپنی روزی کماؤ۔' میں نے جواب میں کہا: 'میں نے دنیا کو اپنے آپ سے علیحدہ کر دیا ہے اور تو دوبارہ اس بلائے عظیم میں مجھے مبتلا کرتا ہے؟' زجر و تو بیخ کر کے اُس کو ہٹا دیا اور دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔[۱۷]

طوبیٰ لمن تحلی بالعفاف و رضی بالکفاف۔[۱۸]

نمود و نمائش سے اجتناب۔ حضرت سر الاعظم[رح] شہرت و نمائش کی زندگی سے حد درجہ اجتناب کرتے تھے۔ ایک زمانے میں اطراف و اکناف کے لوگ آپ کے پاس بہت سے تحائف و ہدایا لانے لگے اور احباب و اصحاب کے لیے طعام کا اہتمام بھی ہونے لگا۔ آپ اسے حضرت سعدی[رح] کے تصرف کا نتیجہ سمجھنے لگے۔ چنانچہ، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: "من بہ طعام بخشی و آش دہی نام آوری نمی خواہم کہ در خلق شہرت یابم کہ فلانے کلاں شیخ است و تا ایں قدر طعام بہ مردم می دہد و مرا آنچہ بر کار است یادِ حق است سبحانہٗ کہ طالبان بہ آن مشغول باشند خواہ گرسنہ باشند و یا از خانہٗ خود چیزی خورند"[۱۹] یعنی میں طعام بخشی اور لسی دینے کے ذریعے شہرت نہیں چاہتا

۱۷- ایضاً، ص ۶۴۱ - ۶۴۲ -

۱۸- مرزا مہدی خان، "درہ نادرہ" (طبع اول)، ص ۶۹۰؛ ایضاً، ص ۹۵۸ - (ترجمہ) خوش خبری ہے اُس کے لیے جس نے اپنے آپ کو زیور زہد سے آراستہ کیا اور گزارے کی روزی پر قناعت کی۔

۱۹- میاں محمد عمر چمکنی[رح]، کتاب مذکور، ص ۶۸۰ -

اور یہ کہ لوگوں میں مشہور ہو جاؤں کہ فلاں بڑا شیخ ہے اور اتنا طعام لوگوں کو دیتا ہے ۔ مجھے جو چیز درکار ہے وہ یادِ حق ہے کہ طالبانِ حق اس میں مشغول ہوں ، خواہ وہ بھوکے ہوں یا اپنے گھر سے کھاتے ہوں ۔

کشوف و کرامات ۔ حضرت سر الاعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے کشف و کرامات کے بلند مراتب پر سرفراز فرمایا تھا اور آپ کی کرامات کے واقعات بے حد و بے شمار ہیں ۔ ''یکے از ہزاران'' کے مصداق آپ سے ایک کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ خداوند تعالیٰ نے تین چیزوں کی احتیاج سے بے نیاز بنا دیا تھا ــ ایک یہ کہ پیدل چل کر خواہ کتنا ہی فاصلہ طے کرتے تھکن کی تکلیف بالکل محسوس نہ کرتے ۔ دوم یہ کہ بھوک کا آپ پر قطعاً اثر نہ ہوتا تھا ۔ سوم یہ کہ شدید سردی اور گرمی کے موسم میں آپ پر سردی اور گرمی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا ۔[۲۰]

آپ کی دوسری کرامت یہ ہے کہ باوجودیکہ آپ نے صرف قرآن پڑھ لیا تھا اور خط لکھنا بھی نہ جانتے تھے ، تاہم مشکل سے مشکل کتابوں کے پڑھنے پر قادر تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں : ''ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے ۔ میں بھی مجلس میں حاضر تھے ۔ آپ 'شرح ملا جامیؒ' کی ورق گردانی کرتے تھے اور ایک ایک صفحے پر نظر ڈالتے تھے ۔ کچھ دیر بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا : ''اگر شرح ملا گویم می توانم چہ آسان و سہل قصہ است ''[۲۱] یعنی اگر ''شرح ملا جامی'' پڑھوں تو پڑھ سکتا ہوں ۔ کتنا آسان و سہل قصہ ہے !

آپ کی کرامت کا ایک لطیفہ ۔ حضرت سر الاعظمؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ''میرے احباب میں سے ایک شخص نور الدین نامی تھا ۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ جب تک میرے ظاہر میں ذکر کا کوئی اثر نمودار نہ ہو جائے اس وقت تک اطمینان حاصل نہیں ہوتا ۔ میں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ ہمارا طریقہ خفیہ ہے اور اس میں ہر ذکر بطریقِ اخفا عمل میں لایا جاتا ہے تا کہ نصِ قرآنی 'و اذکر ربک تضرعاً و خیفۃ' پر عمل ہو ۔ میرے سمجھانے کے باوجود وہ اس کے لیے تیار نہ تھے ۔ آخر کار ایسا ہوا کہ ذکر

۲۰- ایضاً ، ص ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱- ایضاً ، ص ۲۳۸ -

قلبی کے ساتھ دائمی طور پر اس کے سر و گردن حرکت کرنے لگے ۔ اس کے اس حال کا جب ہر جگہ چرچا ہوا تو ایک روز ہمارا ایک رفیق شیخ ہندال جولاہا تھوڑا سا صابن بہ طور ہدیہ میری والدہ کے پاس لایا اور درخواست کی : 'حضرت سر الاعظمؒ سے میری سفارش کیجیے کہ مجھے یہی ذکرِ قلبی کافی ہے اور نور الدین کی طرح سر و گردن کی حرکت درکار نہیں' کیونکہ میں جولاہا ہوں اور سر و گردن کی حرکت سے میرا کام بہت متاثر ہو جائے گا ۔' اس طرح وہ ہمارے احباب میں سے جس کسی کے ساتھ ملتا اپنے حق میں اس سفارش کی درخواست کرتا ۔''۲۲

وفات ۔ آپ نے تمام عمر گراں مایہ دینِ متین کی ترویج و اشاعت اور خلقِ خدا کے ارشاد و ہدایت میں گزاری اور ہزاروں بندگانِ خدا کے تاریک سینے آپ کے طفیل نورِ معرفت سے منور ہوئے ۔ آپ ۱۱۲۶/۱۷۱۴ء[۲۳] سے پہلے واصل الی اللہ ہوئے اور آپ کا مزار موضع اٹک (ضلع کیمبل پور) میں دریائے اٹک کے کنارے مرجعِ خاص و عام ہے ۔

اولاد ۔ حضرت سر الاعظمؒ کا اپنا بیان ہے کہ ایک وبا کے نتیجے میں ایک فرزند محمد اسماعیل اور دو صاحب زادیوں کے علاوہ تمام اہلِ خانہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے ۔ مولانا محمد اسماعیلؒ اپنے والد بزرگوار کے نہایت مقبول اور منظورِ نظر تھے اور آپ کے جملہ ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے ۔ حضرت سر الاعظمؒ مولانا اسماعیلؒ کی تربیت کا بے حد اہتمام فرماتے تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ لکھتے ہیں : ''حضرت سر الاعظمؒ مدام متوجہ احوال مولانا

۲۲۔ ایضاً ۔

۲۳۔ کچھ تذکرہ نگار حضرات نے آپ کی تاریخِ وفات ۱۱۳۱/۱۷۱۸ء بتائی ہے ۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ درست نہیں کیونکہ مولانا محمد غوث قادریؒ ، جن کی ملاقات حضرت سر الاعظمؒ کے ساتھ ثابت ہے ، ۱۱۲۶ھ میں اپنی کتاب ''رسالہ غوثیہ'' میں لکھتے ہیں : ''شیخ یحییٰ از افرادِ زمانہ بودند ۔ ۔ ۔ ۔ ذکرِ قلبی در صحبتِ ایشان غالب بود و حبس نفس بسیار می کردند و در ورع و ریاضت ممتاز بودند ۔'' اس عبارت میں مولانا موصوف نے شیخ محمد یحییٰؒ کے لیے ماضی کے صیغے استعمال کیے ہیں ، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ۱۱۲۶ھ سے پہلے پہلے رحلت کر گئے تھے ۔ و اللہ اعلم !

محمد اسماعیل می باشند و ظاہر و باطن ایشان را از مبادی عمر از آنچہ نہ باید و نہ شاید مصئون و محفوظ داشتہ اند"[۲۴] یعنی حضرت سر الاعظمؒ ہمیشہ مولانا محمد اسماعیل کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ابتدا ہی سے آپ کے ظاہر و باطن کو تمام نازیبا و ناشائستہ امور سے محفوظ و مامون رکھا ہے ۔

مولانا دلدار بیگ فرماتے ہیں : "حضرت سر الاعظم ہمیشہ واقف و مطلع بر احوال مولانا محمد اسماعیل می باشند و پیوستہ ایشان را در ظل توجہات خود تربیت می نمایند"[۲۵] یعنی حضرت سر الاعظمؒ ہمیشہ مولانا محمد اسماعیل کے احوال سے اپنے آپ کو باخبر رکھتے ہیں اور مسلسل اُن کو اپنی توجہ اور التفات کے سایے میں تربیت دیتے ہیں ۔ حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ نہایت متواضع اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے ۔ فقرا اور درویشوں کے ساتھ نہایت محبت و شفقت کا سلوک کرتے اور ہر وقت اُن کی خدمت میں مصروف رہتے تھے ۔[۲۶]

۲۴- ایضاً ، ص ۵۵ے -

۲۵ ، ۲۶- ایضاً ۔ کچھ تذکرہ نگار حضرات نے آپ کے ایک اور صاحب زادے کی نشان دہی کی ہے اور اس کا نام محمد عیسیٰ بتایا ہے ۔ کسی مستند ذریعہ سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی ۔ اگر یہ نام صحیح ہے تو یقیناً زمانۂ خورد سالی میں مذکورہ وبا میں فوت ہو چکے ہوں گے ۔ و اللہ اعلم !